سوال

(171)ایک منٹ کی خاموشی

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

''ایک منٹ کی خاموشی اختیار کی گئی۔'' ''دو منٹ کی خاموشی اختیار کی گئی۔'' یہ اور اس طرح کے جملے بعض دفعہ اخبارات و رسائل میں پڑھنے کو ملتے ہیں کہ کسی المیہ یا رنج و غم کی وجہ سے لوگ مذکورہ طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا شرعا درست ہے؟ یہ بھی بتائیں کہ شریعت میں خاموشی کا موقع و محل کیا ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

غم اور سوگ کے اظہار کا مذکورہ طریقہ شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی نے خاموش رہنے کی نذر بھی مان لی ہو تو اس کا پورا کرنا بھی جائز نہیں۔ حالانکہ عام حالات میں نذر کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک آدمی کھڑا ہے۔ آپ نے اس کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابواسرائیل ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ وہ کھڑا ہی رہے گا۔ نہ بیٹھے گا، نہ سائے میں جائے گا، نہ ہی بات کرے گا اور یہ کہ وہ روزہ رکھے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اسے کہیں کہ بات کرے، سائے میں چلا جائے، بیٹھ جائے، ہاں روزہ پورا کرلے۔'' (بخاري، الايمان والنذور، النذر فيما لا يملك۔۔ ح: 6704)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس دو شخص آئے، ایک نے تو سلام کیا جبکہ دوسرے نے نہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ لوگوں نے کہا: اس نے قسم کھائی ہے کہ آج یہ کسی سے بات نہ کرے گا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(كلم الناس وسلم عليهم)

''لوگوں سے سلام و کلام کرو۔''

ایسا کرنا تو ایک عورت (مریم علیہا السلام) کے لیے ہی تھا۔

(تفسیر ابن کثیر، تفسیر آیت إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيًّا ٢٦ (سورۃ مریم، 269/4) تفسیر طبری 742/1، اس کی سند میں ابو اسحاق سبیعی (مدلس) راوی نے عنعن سے بیان کیا ہے۔ محمد ارشد کمال)

معلوم ہوا کہ چپ کا روزہ یا مکمل خاموشی اختیار کرنے کا جابطہ مقرر کرنا ہماری شریعت میں جائز نہیں۔

جہاں تک تعلق ہے عمومی حالات میں خاموشی اختیار کرنا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی باتوں سے خاموشی اختیار کی جائے جو حرام، بے کار اور بے فائدہ ہیں۔ یہی زبان کی حفاظت ہے ورنہ زبان تو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ ایمان و اسلام، تلاوت و ذکر، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، درس وتدریس، اہل و عیال اور دوست و احباب سے خوش کلامی سب امور اس کے ذریعے سر انجام پاتے ہیں، جس طرح بعض مواقع پر بولنا جائز نہیں مثلاً خطبہ جمعہ خاموشی سے سننا چاہیے۔ اسی طرح بعض اوقات خاموش رہنا بھی جائز نہیں ہوتا مثلاً گواہی کے وقت۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ... ٢٨٣ ... سورۃ البقرۃ

''اور گواہی نہ چھپاؤ، جو اسے چھپائے گا تو اس کا دل گناہگار ہوگا۔''

لہذا بے مقصد باتوں سے خاموشی اختیار کرنی چاہیے جبکہ بامقصد گفتگو سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(من حسن إسلام المرء تركه مالا يعنيه) (ترمذي، الزهد، ح: 2317، ابن ماجه، ح: 3976)

''آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے ہے کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے جو اُس کے مقصد کی نہیں۔''

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فليقل خيرا او ليصمت) (بخاري، الادب، من كان يؤمن بالله ۔۔۔، ح: 6018)

''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔''

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ افکارِ اسلامی

نمازجنازہ کے مسائل، صفحہ: 432

محدث فتویٰ